

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة المائدة

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، وَ مِيثَاقَهُ الَّذِیْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، كُوْنُوْا قَوْمِیْنَ
لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ، وَ لَا یَحْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا هُوَ
اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی، وَ اتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَ عَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ

(اس رعایت سے فائدہ اٹھاؤ) اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو اور اُس کے اُس عہد و میثاق کو بھی جو اُس نے اُس وقت تم سے ٹھہرایا جب تم نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم فرماں بردار ہیں، (اسے یاد رکھو) اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک، اللہ دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ ایمان والو، (اس عہد و

[۳۶] یاد رکھنے کی یہ ہدایت اپنے حقیقی مفہوم میں ہے، یعنی ظاہر و باطن میں ہر پہلو سے اس اتمام نعمت کا حق ادا

کیا جائے۔

[۳۷] یعنی اس عہد و میثاق کو یاد رکھو کہ سمع و طاعت پر قائم رہو گے تو اللہ تمہاری مغفرت کرے گا اور قیامت کے

دن ایک اجر عظیم تمہیں عطا فرمائے گا۔ آگے آیت ۹ میں اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا
بِآيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ يَّسْطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ، وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ، وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾

ميثاق کا تقاضا ہے کہ) اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ، انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی
بھی تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور
اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک، اللہ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کر رکھا
ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں کہ ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ (اس
کے برخلاف) جو منکر ہیں اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، وہی دوزخ میں جانے والے
ہیں۔ ایمان والو، (اور) اپنے اوپر اللہ کی یہ عنایت بھی یاد رکھو کہ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی

[۳۸] مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص نہ صرف یہ کہ حق و انصاف پر قائم رہے، بلکہ یہ اگر گواہی کا مطالبہ
کریں تو جان کی بازی لگا کر ان کا یہ مطالبہ پورا کرے۔ حق کہے، حق کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ انصاف کرے،
انصاف کی شہادت دے اور اپنے عقیدہ و عمل میں حق و انصاف کے سوا کبھی کوئی چیز اختیار نہ کرے۔ یہاں تک کہ کسی
قوم کی دشمنی بھی اُسے آمادہ نہ کرے کہ وہ حق و انصاف کی راہ سے ہٹ جائے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...شیطان نے راہ حق سے گمراہ کرنے میں سب سے زیادہ جس حربے سے کام لیا، وہ یہی ایک دوسرے کے
ساتھ دشمنی کا حربہ ہے۔ یہود نے محض بنی اسمعیل اور مسلمانوں کی دشمنی میں اُس تمام عہد و پیمان کو خاک میں ملا دیا
جس کے وہ گواہ اور ذمہ دار بنائے گئے تھے۔ اس وجہ سے مسلمانوں سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ شیطان کے اس فتنے
سے بچ کر رہیں۔ دوستوں اور دشمنوں، دونوں کے لیے اُن کے پاس بس ایک ہی باٹ اور ایک ہی ترازو ہو۔“

(تدبر قرآن ۲/۴۷۱)

[۳۹] اشارہ ہے قریش مکہ کی طرف جن کی دست درازیوں کو روک کر اللہ تعالیٰ نے بالآخر مسلمانوں کو ان پر غلبہ

عطا فرمایا۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا، وَقَالَ اللَّهُ:
إِنِّي مَعَكُمْ. لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ مَوَاهِمَ وَ
أَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

کا ارادہ کیا تو اللہ نے اُن کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (یاد رکھو کہ) ایمان
والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ۷-۱۱

اللہ نے (اسی طرح) بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا تھا اور (اُس کی نگرانی کے لیے) اُن میں سے
بارہ نقیب اُن پر مقرر کیے تھے اور اُن سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اگر تم نے نماز کا
اہتمام کیا اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں کو مانا اور اُن کی مدد کی اور اپنے پروردگار کو قرض دیتے

[۴۰] یہ اسی عہد کی واقعاتی شہادت پیش فرمائی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں اللہ
نے اپنا وعدہ اس شان کے ساتھ پورا کیا ہے تو آخرت میں بھی یقیناً کرے گا۔

[۴۱] اس لفظ کے اصل معنی کھوج لگانے والے اور حالات و معاملات کی جستجو کرنے والے کے ہیں۔ اس لیے
یہ قوم اور قبیلہ کے سردار اور نگران کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... بنی اسرائیل کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے شریعت کی پابندی اور اُس کی
حفاظت کا عہد لینے کے بعد بنی اسرائیل کے ہر قبیلے پر ایک ایک نقیب اس مقصد سے مقرر کیا کہ وہ لوگوں کی نگرانی
رکھے کہ وہ شریعت کے حدود و قیود کی پابندی کریں اور کوئی ایسی چیز اُن کے اندر گھسنے نہ پائے جو اُن کو اللہ کے عہد
سے روگردان کرے۔ بنی اسرائیل کے قبیلے چونکہ بارہ تھے، اس وجہ سے نقیب بھی بارہ مقرر ہوئے۔ اُن کا تقرر
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تحت کیا تھا، اس وجہ سے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب
فرمایا۔“ (تدبر قرآن ۲/۴۷۴-۴۷۵)

[۴۲] اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے لیے یہ ایک جامع تعبیر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب خدا ساتھ ہے تو
گویا پوری کائنات اُن کے ساتھ ہے۔

[۴۳] یہ عہد چونکہ بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، اس لیے اس میں خاص اشارہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف ہے جن کا ذکر تورات میں نہایت واضح علامتوں کے ساتھ ہوا ہے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا
نَقَضْتُمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَتُهُمْ، وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ،
وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ، وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ،

رہے، اچھا قرض^{۴۴} تو یقین رکھو کہ میں تمہاری لغزشیں تم سے دور کر دوں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں
داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پھر اس (عہد و میثاق) کے بعد بھی جو منکر ہوں تو^{۴۵} انہیں
معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ سواپنے اس عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے ہم
نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے۔ اب ان کی حالت یہ ہے کہ یہ کلام کو اُس کے موقع و محل

[۴۴] یہ اُس انفاق کے لیے قرآن کی خاص تعبیر ہے جو دین کی خدمت اور اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کے لیے کیا
جائے۔

[۴۵] اصل میں لفظ سَيِّئَاتِ آیا ہے۔ اس سے مراد وہ لغزشیں اور کوتاہیاں ہیں جو ان احکام کی خلاف ورزی
سے پیدا ہوتی ہیں جو سد ذریعہ کے طور پر دیے جاتے ہیں۔

[۴۶] اس سے واضح ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے اس معاہدے سے انحراف گویا خدا اور اُس کی ہدایت کا انکار کر
دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے کفر سے تعبیر کیا ہے۔

[۴۷] یعنی اپنی رحمت سے دور کیا اور اپنی بارگاہ سے ذلت کے ساتھ دھتکار دیا۔ اس مفہوم کے لیے جامع تعبیر
یہی لعنت ہے۔ اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں؟ یہ آگے کی آیتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی
نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”... رائدہ درگاہ ہونے کا پہلا اثر جو اُس قوم پر پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ اُس کے اندر سے خدا کی خشیت جو دل کی
زندگی کی ضامن ہے، ختم ہو جاتی ہے اور دل پتھر ہو کر توبہ و انابت کی روئیدگی کے لیے بالکل بنجر ہو جاتا ہے۔ یہ
حالت پیدا تو ہوتی ہے عہد شکن قوم کے اپنے عمل کے نتیجہ کے طور پر، لیکن چونکہ واقع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ
سنت کے مطابق، اس وجہ سے اس کو منسوب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمایا ہے۔ یہ قساوت عہد شکن قوم کے اندر
جسارت پیدا کرتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ میثاق الہی کی خلاف ورزی ہی پر بس نہیں کرتی، بلکہ وہ اُس معاہدے کو
اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کے لیے اُس کے الفاظ و کلمات کی تحریف بھی کرتی ہے۔“ (تذبر قرآن ۶/۲۷۶)

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَى، أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ، فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ،
فَاعْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا

سے ہٹا دیتے ہیں اور جس چیز کے ذریعے سے انہیں یاد دہانی کی گئی تھی، اُسے بھلا بیٹھے ہیں اور (یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ) آئے دن تم ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتے ہو۔ ان میں سے بہت تھوڑے ہیں جو ان چیزوں سے بچے ہوئے ہیں۔ (ان سے اب تم کسی خیر کی توقع نہیں کر سکتے)، اس لیے معاف کرو، (اے پیغمبر) اور ان سے درگزر کرتے رہو (اور یاد رکھو کہ) اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ ۱۲-۱۳

اسی طرح ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ پھر جس چیز کے ذریعے سے انہیں یاد دہانی کی گئی، اُس کا ایک حصہ وہ بھی بھلا بیٹھے تو ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے

[۲۸] اس سے تورات مراد ہے، اس لیے کہ خدا کا یہی عہد نامہ تھا جس کے بنی اسرائیل پابند بنائے گئے اور جس کے ذریعے سے ان کی یاد دہانی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہودی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس میں لفظی تحریفات بھی کی ہیں، اپنی تاویلات کے ذریعے سے اس کے حقائق کی قلب ماہیت بھی کی ہے اور اس کی بعض چیزیں عام لوگوں سے چھپائی بھی ہیں۔ یہ ان کے لیے گھر کا چراغ تھا اور استاذ امام کے الفاظ میں گھر کا چراغ ہی ہوتا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اگر اسی کو بجھا دیا جائے یا چھپا دیا جائے تو اب دوسری کون سی چیز اجالا کرے گی۔

[۲۹] یہود کے اندر صالحین کا یہی گروہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے بقرہ و آل عمران میں بھی ہوا ہے۔

[۵۰] اصل میں فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ کے الفاظ آئے ہیں۔ ان سے مراد یہاں دل سے معاف کرنا نہیں، بلکہ محض درگزر کرنا ہے۔ یہی مفہوم ہم مہلت دینے اور نظر انداز کرنے کے الفاظ سے ادا کرتے ہیں۔ اس معنی کی نظیر آگے آیت ۱۵ میں بھی ہے۔

[۵۱] اس سے واضح رہے کہ نصاریٰ کا نام بھی سیدنا مسیح علیہ السلام کے پیروں نے اپنے لیے خود اختیار کیا تھا۔

درمیان بغض و عداوت کی آگ بھڑکا دی^{۵۲}۔ (وہ اُسی میں جل رہے ہیں) اور اللہ عنقریب انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔ ۱۲۔

یہ اللہ کا دیا ہوا نام نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر لوگوں کو نصرا نیت اختیار کرنے کی دعوت دی جائے۔ انبیا علیہم السلام کی دعوت کے لیے اللہ کا دیا ہوا نام ہمیشہ سے اسلام ہی ہے۔

[۵۲] یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف اور اُس کے ایک حصے کو ضائع کر دینے کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...ملت کی شیرازہ بندی اللہ کے میثاق اور اُس کی کتاب ہی سے ہوتی ہے۔ اگر اُسی میں فساد و اختلال پیدا ہو جائے تو پھر ملت کو فساد و اختلال اور خون خرابے سے کیا چیز بچا سکتی ہے۔ یہ صورت حال عہد شکنی کا قدرتی نتیجہ بھی ہے اور اس جرم کی سزا بھی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ نصاریٰ کے لیے اس سے نجات کی واحد شکل یہ تھی کہ قرآن کی برہمنائی میں ان تاریکیوں سے نکل کر ہدایت کی روشنی اور امن و سلامتی کی شاہراہ پر آجاتے، لیکن اُن کے تعصب نے اُن کو یہ صیغی راہ اختیار نہ کرنے دی۔ اب نہ کوئی کتاب آنی ہے اور نہ کوئی رسول، اس وجہ سے اس جنگ و جدل سے نکلنے کا اب اُن کے لیے قیامت تک کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا۔“

(تدبر قرآن ۲/۴۷۸)

[باقی]